ڈاکٹر یوسف القرضاوی کے فتویٰ "النقاب لیس فرضا ولیس بدعۃ" کا تنقیدی جائزہ

A Critical Review of the *fatwā* of Dr. Yūsuf al-Qaraḍāwi: Wearing *Niqāb* in neither Obligatory nor Innovation

ڈاکٹر عبدالقادر بزدار*
غازی عبدالرحمٰن قاسمی**

Abstract

In the opinion of Dr. Muhammad Yūsuf al-Qaraḍāwi, the famous Egyptian scholar of Islam, wearing niqāb for Muslim woman is not obligatory. He however, respects the opinion of those scholars who are in its favour but does not agree with some sheikhs who regard it as an innovation or tradition that has no base in Islam. According to him majority of scholars agree that face is not `awrah (something to be veiled in the presence of members of the other sex). But a school of fiqh holds the view that it is `awrah and that wearing niqāb is obligatory, a view espoused in some Muslim countries, such as in the Gulf region, especially those among them who follow the Ḥanbali School of fiqh. Moreover, Muslims in India, Pakistan, Bangladesh and Afghanistan have also adopted this opinion, even though they follow the Ḥanafi School. He expressed his views about the matter of niqāb in one of his legal verdicts (fatwā) declaring the covering of face, i.e. wearing niqāb for a Muslim woman saying that "If a Muslim woman is convinced that wearing the niqāb is obligatory and the face is `awrah, we have to respect her choice and avoid being an obstacle to her religious commitment. We should not force her into a situation contrary to her conviction. I call on European countries to respect the personal and religious freedoms of people, of which they are advocates. These freedoms are regarded as sacred in the West. Ironically, they restrict the freedom of Muslim women who choose to wear the niqāb or ḥijāb, whereas they allow other women to freely dress in a revealing and provocative manner". The present article throws light on the views of Sheikh al-Qaraḍāwi.

Keywords: Importance of *ḥijāb*, aḥādīth describing *niqāb*, Sheikh Qaraḍāwi's opinion on *niqāb*, Critical analysis of the opinion of Sheikh Qaraḍāwi

قرآن مجید کی سورہ احزاب اور سورہ نور کی متعدد آیات میں "حجاب" کی اہمیت اور متعلقہ مسائل کو واضح کر دیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کتاب و سنت کے احکام کی پیروی میں صدیوں تک اسلامی مملکتوں میں "حجاب" کی روایت مستحکم رہی۔ تاہم ان کے بارے میں علمی اور عقلی بحث ومباحثہ اور غور وخوض اس وقت شروع ہوا جب عالم اسلام پر یورپی سامراجی تسلط قائم ہوا مغربی تہذیب وتمدن کا اثر رسوخ بڑھنے لگا۔[1] اور جب اٹھارویں صدی عیسوی میں مغرب نے اسلامی ممالک میں اپنا نوآبادیاتی نظام مسلط کیا اور انیسویں صدی کے نصف آخر تک مسلمان قوموں کو اپنی غلامی میں لے لیا تو اس بحرانی کیفیت کا آغاز ہوا جس میں مغربی لباس، مغربی معاشرت اور مغربی آداب حتی کہ چال ڈھال اور بول چال تک میں اہل مغرب کی نقل کی گئی[2] جس کے نتیجے میں ہمارے ہاں مخلوط معاشرے کا آغاز ہوا مخلوط تعلیمی اداروں اور مخلوط تعلیمی ماحول کی حوصلہ افزائی کی گئی دیکھتے ہی دیکھتے بے پردگی کی راہ ہموار ہونے لگی۔ عورتوں کا وہ

* اسسٹنٹ پروفیسر، پوسٹ گریجویٹ سنٹر، شعبہ علوم اسلامیہ گورنمنٹ ایمرسن کالج، ملتان، پاکستان
** لیکچرار، گورنمنٹ ولایت حسین اسلامیہ ڈگری کالج، ملتان، پاکستان

فطری سولہ سنگھار جسے گھر کی چار دیواری میں سوائے شوہر کے کسی اور کو نظر نہیں آنا چاہیے وہ اپنی فطری حدود و قیود سے نکل کر اخباروں اور بازاروں تک پہنچ گیا الیکٹرانک میڈیا کے کمالات نے نے جلتی پر تیل ڈال کر اس منظر کو حیاسوز حد تک بڑھا دیا ہے۔

بے پردگی کی اس عام فضا سے بہت سے اہل علم متاثر ہوئے اور انہوں نے جدت پسندانہ طبیعت کے باعث ایسے مباحث کا آغاز کیا جن میں حجاب کے واجب یا مستحب ہونے کے بارے میں استدلال پیش کیا جانے لگا، بعض حضرات کی رائے میں پردے کا حکم صرف ازواج مطہرات کے ساتھ خاص تھا امت کی عام عورتوں کے لیے اس کا حکم نہیں، اور بعض کی رائے میں پردے کا تعلق بس علاقائی رسم ورواج سے تعلق رکھتا ہے لہٰذا جس علاقے میں پردے کو رسم ورواج یا روایت کے طور پر اختیار کیا گیا ہو بس وہیں اس کا اہتمام ہونا چاہیے اس ضمن میں سب سے اہم بحث چہرے کے پردے کے حوالے سے ہے کہ آیا چہرہ کا پردہ شرعی نقطہ نظر سے ضروری ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں نامور مصری سکالر علامہ ڈاکٹر یوسف القرضاوی نے اپنے ایک فتوی "النقاب لیس فرضا ولیس بدعۃ"[3] میں عورتوں کے لیے نقاب کے وجوب کا انکار کرتے ہوئے استحباب کا قول اختیار کیا ہے۔۔ انہوں نے اپنے فتوی کے آخر میں لکھا ہے کہ نقاب کے واجب نہ ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ یہ جائز بھی نہیں، اگر کوئی عورت نقاب کرنا چاہے تو کوئی حرج نہیں ہے۔[4]

شیخ قرضاوی نے نقاب کے استحباب پر جن دلائل سے استدلال واستنباط کیا ہے وہ درج ذیل ہیں۔

1 - "وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا" [5]

"اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں مگر جو جگہ اس میں سے کھلی رہتی ہے۔"

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ، نے آیت کریمہ ﴿ مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ کی تفسیر چہرہ اور کفین سے کی ہے۔ جس کو اکثر صحابہ اور تابعین نے اختیار کیا ہے۔ علامہ سیوطیؒ نے تفسیر الدر المنثور فی التفسیر الماثور میں وہ سب اقوال نقل کیے ہیں۔

اور اس موقف کی تائید حضرت اسماءؓ کے واقعہ سے بھی ہوتی ہے۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے:

"حضرت اسماء بنت ابو بکرؓ (عائشہؓ کی بہن) رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئیں تو ان کے اوپر باریک کپڑے تھے حضور اکرم ﷺ نے ان سے منہ پھیر لیا۔ اور فرمایا کہ "اے اسماء! جب عورت حیض کی عمر کو پہنچ جائے (بالغ ہو جائے) تو اس کے لیے درست نہیں ہے کہ اس کے جسم سے سوائے اس کے اور سوائے اس کے دکھائی دے اور اشارہ فرمایا ان کے چہرے اور دونوں ہتھیلیوں کی طرف۔" [6]

2 - "وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰي جُيُوْبِهِنَّ" [7]

"اور اپنے دوپٹے اپنے سینوں پر ڈالے رکھیں۔"

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو دوپٹوں سے اپنے سینے ڈھانپنے کا حکم دیا ہے۔ اگر چہرہ چھپانا ضروری ہوتا تو انہیں سینے کے ساتھ چہرہ چھپانے کا حکم بھی صراحت کے ساتھ دیا جاتا لیکن اللہ تعالیٰ نے ایسا کوئی حکم نہیں دیا۔

3 - "قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ" [8]

"ایمان والوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی نگاہ نیچی رکھا کریں۔"

اور نبی کریم ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا:

"یَا عَلِيُّ لَا تُتْبِعِ النَّظْرَةَ النَّظْرَةَ، فَإِنَّ لَكَ الْأُولَى وَلَيْسَتْ لَكَ الْآخِرَةُ" 9

"اے علی نظر کی پیروی مت کر اس لیے کہ پہلی نظر تو جائز ہے مگر دوسری نگاہ جائز نہیں۔"

اسی طرح اور بھی روایات ہیں جن میں نظریں نیچی رکھنے کا حکم ہے قابل غور بات یہ ہے کہ اگر عورتوں کے لیے حجاب ضروری ہو تو پھر نگاہیں نیچی رکھنے کا کیا مطلب؟ نظر بار بار ادھر اٹھتی ہے جہاں کشش ہوتی ہے اور یہ کشش عورت کے چہرے میں ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو یہ حکم نہیں دیا کہ تم اپنی اس کشش کو چھپا کر رکھو بلکہ مردوں کو حکم دیا کہ تم نگاہیں نیچی رکھو اور بار بار اس کشش کی طرف نگاہ نہ اٹھاؤ۔

4 - "لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنْۢ بَعْدُ وَلَآ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ" 10

"آپ کے لئے (اے پیغمبر!) اس کے بعد اور عورتیں حلال نہیں اور نہ ہی یہ بات (جائز ہے) کہ آپ ان کی جگہ اور بیویاں لے آئیں اگرچہ آپ کو پسند ہو ان کا حسن۔"

اس آیت میں آپ ﷺ کو مزید نکاح کرنے سے روکا جا رہا ہے کہ اگر ان کا حسن آپ کو پسند ہو پھر بھی آپ نکاح نہیں کر سکتے۔ یہ کیسے معلوم ہو گا کہ کہ فلاں عورت خوبصورت ہے یا بدصورت؟ ظاہر ہے چہرے سے ہی اس کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ اس لیے کہ بالاتفاق چہرہ ہی مجمع المحاسن ہے۔ معلوم ہوا عورت کے لیے چہرے کا چھپانا ضروری نہیں ہے۔

5 - دلائل اور حقائق سے ثابت ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے زمانہ میں عورتیں چہرہ کا پردہ نہیں کرتی تھیں۔

حضرت جابر بن عبد اللہ الانصاریؓ سے روایت ہے:

"بے شک رسول اللہ ﷺ نے ایک عورت کو دیکھا پس وہ آپ ﷺ کو اچھی لگی تو آپ ﷺ اپنی بیوی حضرت زینبؓ کے پاس آئے اور وہ اس وقت کھال کو رنگ دے رہی تھیں اور آپ ﷺ نے اپنی حاجت پوری فرمائی اور فرمایا عورت شیطان کی شکل میں سامنے آتی ہے اور شیطانی صورت میں پیٹھ پھیرتی ہے پس جب تم میں سے کوئی کسی عورت کو دیکھے اور وہ اسے اچھی لگے پس چاہیے کہ وہ اپنی بیوی کے پاس آئے اس سے جو خیال دل میں آیا تھا وہ لوٹ جائے گا۔" 11

اس مضمون کی اور روایات بھی ہیں اس سے معلوم ہوا کہ رسول اکرم ﷺ کے زمانہ میں عورتوں کے چہرے کھلے ہوتے تھے اور وہ نقاب میں نہیں ہوتی تھیں۔

6 - حضرت سہل بن سعد الساعدیؓ سے روایت ہے:

"کہ ایک عورت رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور عرض کی اے اللہ کے رسول! میں آپ ﷺ کے پاس اپنے نفس کو آپ ﷺ کے لئے ہبہ کرنے آئی ہوں تو رسول اللہ ﷺ نے اس کی طرف اوپر سے نیچے تک دیکھا پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنا سر مبارک جھکا لیا جب اس عورت نے خیال کیا کہ آپ ﷺ نے اس کے بارے میں کچھ فیصلہ نہیں کیا تو وہ بیٹھ گئی اور آپ ﷺ کے صحابہؓ میں سے ایک آدمی نے کھڑے ہو کر عرض کیا اے اللہ کے رسول! اگر آپ ﷺ کو اس کی حاجت نہیں ہے تو اس کا نکاح مجھ سے کر دیں۔" 12

ایک عورت نے رسول اکرم ﷺ کو نکاح کی پیشکش کی تو آپ ﷺ نے اس کو اوپر سے نیچے تک دیکھا۔ ظاہر ہے کہ

اس کا چہرہ کھلا ہوا تھا جبھی تو ایک صحابیؓ کو چہرہ کھلا ہونے کی وجہ سے وہ پسند آگئی اور اس نے عرض کیا کہ میری شادی اس سے کرا دیجئے۔ معلوم ہوا عورتوں کے لیے چہرے کا پردہ ضروری نہیں ہے۔

7 - حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت ہے:

"کہ حضور اکرم ﷺ نے فضل بن عباسؓ کو نحر کے دن اپنے پیچھے اپنی سواری کی پشت پر بٹھایا اور فضل ایک خوب صورت مرد تھے آنحضرت ﷺ لوگوں کو کچھ مسائل بتانے کے لئے رک گئے خثعم (قبیلہ) کی ایک عورت آپ ﷺ سے کوئی مسئلہ دریافت کرنے کو آئی تو فضل اس کی طرف دیکھنے لگے اور اس عورت کا حسن ان کو بھلا معلوم ہوا، ﷺ ان کی طرف مڑے اس وقت فضل اسی عورت کو دیکھ رہے تھے آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ پیچھے کی طرف لے جا کر فضل کی ٹھوڑی پکڑ کر اس عورت کی طرف سے منہ پھیر دیا اس عورت نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ اللہ نے جو اپنے بندوں پر حج فرض کیا ہے وہ میرے باپ پر بھی فرض ہو گیا ہے جو بہت بوڑھا ہے اور سواری پر سیدھی طرح بیٹھ نہیں سکتا اگر میں اس کی طرف سے حج کروں تو کیا یہ ادا ہو جائے گا آپ نے فرمایا: ہاں۔" [13]

رسول اکرم ﷺ نے حضرت فضل بن عباسؓ کا رخ پھیر دیا لیکن اس عورت کو چہرہ چھپانے کا حکم نہیں دیا، اگر چہرہ چھپانا ضروری ہوتا تو آپ ﷺ اس عورت کو بھرے مجمع میں چہرہ کھلا رکھنے پر تنبیہ کرتے اور اور خاص طور پر ایسی حالت کہ لوگ حسن کی وجہ سے اس کی طرف متوجہ ہو رہے تھے۔

اور ترمذی کی روایت میں ہے:

"فقَالَ الْعَبَّاسُ يَا رَسُولَ اللَّهِ لِمَ لَوَيْتَ عُنُقَ ابْنِ عَمِّكَ قَالَ رَأَيْتُ شَابًّا وَشَابَّةً فَلَمْ آمَنِ الشَّيْطَانَ عَلَيْهِمَا" [14]

"حضرت عباسؓ نے کہا آپ نے اپنے چچازاد بھائی کی گردن کیوں پھیر دی، آپ نے ﷺ فرمایا میں نے نوجوان مرد اور عورت کو دیکھا تو میں ان پر شیطان سے بے خوف نہیں ہوا۔"

قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ (م-1225ھ) لکھتے ہیں:

"واستنبط ابن القطان من هذا الحديث جواز النظر عند الامن من الفتنة من حيث انه لم يأمرها بتغطية وجهها" [15]

"اس حدیث سے ابن قطان نے مستنبط کیا کہ فتنہ سے امن میں ہونے کی صورت میں عورت کی طرف نظر کرنا جائز ہے اس لیے کہ آپ ﷺ نے اس عورت کو چہرہ چھپانے کا حکم نہیں دیا۔"

8 - حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے روایت ہے:

"کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عید کے دن نماز کے لئے حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے خطبے سے پہلے بغیر اذان اور اقامت کے نماز پڑھائی پھر بلالؓ پر ٹیک لگائے کھڑے ہو گئے، اللہ سے ڈرنے کا حکم دیا اور اس کی اطاعت کی ترغیب دی اور لوگوں کو وعظ و نصیحت کی پھر عورتوں کے پاس جا کر ان کو وعظ و نصیحت کی اور فرمایا کہ صدقہ کرو کیونکہ تم میں سے اکثر جہنم کا ایندھن ہیں، عورتوں کے درمیان سے ایک سرخی مائل سیاہ رخساروں والی عورت نے کھڑے ہو کر عرض کیا کیوں؟ یا رسول اللہ ﷺ! فرمایا: کیونکہ تم شکوہ زیادہ کرتی ہو اور شوہر کی ناشکری، حضرت جابر فرماتے ہیں وہ اپنے زیوروں کو

صدقہ کرنا شروع ہو گئیں حضرت بلالؓ کے کپڑے میں اپنی بالیاں اور انگوٹھیاں ڈالنے لگیں۔" [16]

حضور اکرم ﷺ نے عورتوں کو صدقہ کرنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ اکثر جہنم کا ایندھن ہیں تو ایک سرخی مائل رخسار والی عورت نے کھڑے ہو کر سوال کیا، حضرت جابرؓ کو اس اس کے گالوں کی کیفیت کا علم اس لیے ہو سکا کہ اس کا چہرہ کھلا ہوا تھا، اگر وہ عورت نقاب میں ہوتی تو حضرت جابر کو اس کی رنگت کا علم نہ ہوتا۔ معلوم ہوا عورتوں کے لیے چہرے کا چھپانا ضروری نہیں ہے۔

9 - صحابہ کرامؓ چہرے پر نقاب لگانے والی عورتوں کو حیرت سے دیکھتے تھے اور ان سے سوال کرتے تھے۔

قیس بن شماسؓ سے روایت ہے:

"کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک عورت حاضر ہوئی اس کا نام خلاد تھا اور اس کے چہرے پر نقاب پڑی ہوئی تھی۔ یہ عورت اپنے بیٹے کے بارے میں دریافت کر رہی تھی جو جنگ میں شہید ہو گیا تھا۔ اصحاب رسول ﷺ میں سے کسی نے اس سے کہا کہ تو اپنے بیٹے کو ڈھونڈ رہی ہے اور اس حال میں سر اور چہرہ ڈھکا ہوا ہے وہ بولی میرے بیٹے پر مصیبت آئی ہے تو میری حیاء پر تو مصیبت نہیں آئی۔ آپ ﷺ نے اس عورت سے فرمایا تیرے بیٹے کو دو شہیدوں کے برابر ثواب ملے گا۔ اس نے پوچھا اے اللہ کے رسول وہ کیوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کیونکہ اس کو اہل کتاب نے قتل کیا ہے۔" [17]

اگر صحابہ کرامؓ کے زمانہ میں عورتوں کی نقاب پہننے کی عادت ہوتی تو راوی کو یہ کہنے کی ضرورت نہ پڑتی "جَائَتْ وَهِيَ مُنْتَقِبَةٌ" اور صحابہؓ حیرت سے یہ نہ کہتے "جِئْتِ تَسْأَلِينَ عَنْ ابْنِكِ وَأَنْتِ مُنْتَقِبَةٌ" اور اس عورت نے واضح کہا کہ میں نے نقاب شرم وحیاء کی وجہ سے کیا ہے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم نہیں ہے اور اگر چہرہ کا نقاب واجب ہوتا تو وہ پھر یہ جواب نہ دیتی بلکہ پھر صحابہؓ اس سے سوال ہی نہ کرتے۔

شیخ قرضاوی اپنے موقف کی تائید میں مذکورہ بالا دلائل نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"الحق أني لم أجد للقائلين بوجوب لبس النقاب، ووجوب تغطية الوجه واليدين دليلاً شرعيًا صحيح الثبوت، صريح الدلالة، سالما من المعارضة، بحيث ينشرح له الصدر ويطمئن به القلب" [18]

"حق بات یہ ہے کہ میں نے چہرے کے نقاب کو واجب کہنے والوں کی کوئی صحیح الثبوت، صریح الدلالۃ، سالم المعارض دلیل شرعی نہیں پائی کہ جس سے شرح صدر ہو اور دل مطمئن ہو جائے۔"

شیخ قرضاوی کے پیش کردہ دلائل کا جائزہ:

1 - "وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا" [19]

"اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں مگر جو جگہ اس میں سے کھلی رہتی ہے۔"

اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ کے قول سے استدلال کرتے ہوئے چہرے اور ہتھیلیوں کا علی الاطلاق استثناء کرنا محل نظر ہے۔

آیت زینت کی تفسیر میں حضرت ابن مسعودؓ کا قول:

اس آیت کی تفسیر میں مفسرین نے حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کا قول نقل کیا ہے۔ انہوں نے ﴿اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ کی تفسیر میں "ثیاب" کا استثناء کیا ہے۔

ابن جریر طبریؒ (م-310ھ) لکھتے ہیں:

"حدثني يونس،قال:أخبرناابن وهب، قال:أخبرني الثوري، عن أبي إسحاق الهمداني، عن أبي الأحوص، عن عبد الله، أنه قال: ﴿وَلا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ قال: هي الثياب" [20]

"حدثنا ابن المثنى قال ثنا محمد بن جعفر قال ثنا شعبة عن أبي إسحاق عن أبي الأحوص عن عبد الله قال﴿وَلا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ قال الثياب" [21]

"حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں: ﴿وَلا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ سے مراد کپڑے ہیں۔"

ابن کثیرؒ لکھتے ہیں:

"حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اس سے مراد، چادر، اور کپڑا لیا ہے جس کو چھپانا ناممکن ہے۔" [22]

حافظ ابن حجر (م852ھ) لکھتے ہیں:

"وَأخرج الطَّبَرَانِيّ عَن ابْن مَسْعُود قَالَ هِيَ الثِّيَاب وَإِسْنَاده قوي" [23]

حضرت عباسؓ کے دیگر اقوال:

شیخ قرضاوی کا حضرت ابن عباسؓ کے قول سے چہرے اور ہتھیلیوں کا حکم حجاب سے استثناء کرنا دوسری نصوص اور خود حضرت ابن عباسؓ کے اقوال سے متصادم ہے۔ علامہ سیوطیؒ نے مختلف کتب کے حوالے سے حضرت ابن عباسؓ کے آیت کریمہ ﴿وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ کی تفسیر میں "الكحل والخاتم والقرط والقلادةوخضاب الكف" (سرمہ، انگوٹھی، بالی، ہار اور ہتھیلی کے رنگ) کا ذکر کیا ہے۔ [24]

مندرجہ بالا حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے اس آیت کی تفسیر میں مختلف اقوال ہیں۔

ان تمام اقوال کو سامنے رکھتے ہوئے علامہ شنقیطی نے جو تجزیہ کیا ہے اس کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

آیت زینت کی تفسیر میں جتنے بھی اقوال گزرے ہیں وہ تین قسم کے ہیں۔

۱۔ زینت سے مراد عورت کی وہ زینت ہے جس کا تعلق اصل خلقت سے ہو جیسا کہ عورت کا چہرہ، ہتھیلیاں وغیرہ جس کی تائید میں حضرت ابن عباسؓ کا قول گزرا ہے۔

۲۔ عورت کا خود کو ایسی چیز سے مزین کرنا جن کا تعلق اصل خلقت سے نہ ہو بلکہ خارج سے ہو لیکن اس زینت کو دیکھنے سے لازمی طور پر عورت کا بدن بھی نظر آجائے جیسے مہندی، سرمہ، کانٹے وغیرہ۔ جس کی تائید حضرت ابن عباسؓ کے دوسرے قول سے ہوتی ہے۔

۳۔ زینت سے مراد عورت کا ایسی چیز سے خود کو مزین کرنا جس کا تعلق خارج سے ہو، اصل خلقت سے نہ ہو اور اس کی طرف نظر کرنے سے عورت کا بدن نظر نہ آتا ہو جیسے کپڑے پہننے سے عورت کی زیب وزینت کا تعلق اصل خلقت سے نہیں بلکہ خارج سے ہے۔ جیسا کہ آیت زینت کی تفسیر میں حضرت ابن مسعودؓ کا قول گزرا۔

اس قول میں احتیاط کا زیادہ پہلو غالب ہے اور اسباب فتنہ سے دور رکھنے والا ہے۔ آیت زینت کی تفسیر میں چہرہ اور ہتھیلیوں کے استثناء پر اس آیت میں کوئی قرینہ نہیں ہے بلکہ لغت عرب میں زینت سے مراد ایسی زینت کے ساتھ عورت کا خود کو مزین کرنا جس کا تعلق

خارج سے ہو اصل خلقت سے نہ ہو۔ جیسے زیورات وغیرہ۔ اور زینت کے لفظ سے چہرہ مراد لینا خلاف ظاہر اور محل نظر ہے اور اس کے لیے دلیل کا ہونا بھی ضروری ہے جو کہ اس مقام پر نہیں ہے۔[25]

حضرت ابن عباسؓ کی بیان کردہ تفسیر میں احتمال:

آیت زینت کی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ کے جتنے اقوال پیچھے گزرے ہیں اگر ان کی اسناد سے قطع نظر کرلی جائے تو پھر بھی ان سے استدلال نہیں کیا جاسکتا۔ اس لیے کہ حضرت ابن عباسؓ کی بیان کردہ تفسیر اپنے مدلول پر محکم نہیں ہے۔ اس لیے کہ آیت کریمہ کا پہلا حصہ ﴿وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ﴾ "نہی" ہے۔ اور دوسرا حصہ ﴿اِلَّامَا ظَهَرَمِنْهَا﴾ "استثناء" ہے۔ حضرت ابن عباسؓ کے اس آیت کی تفسیر میں جو اقوال گزرے ہیں ان میں یہ احتمال بہر حال موجود ہے کہ ان کا تعلق "نہی" سے ہے یا "استثناء" سے۔ عین ممکن ہے کہ حضرت ابن عباسؓ کے ان اقوال کا تعلق ﴿وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنّ﴾ "نہی" سے ہو اور ﴿اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ "استثناء" سے نہ ہو۔ اور چہرہ، ہتھیلی، انگوٹھی، کے ذکر سے مقصود ان کا ﴿وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ﴾ میں مذکور لفظ "زینت" کی تفسیر کرنا ہو یعنی ان جگہوں پر زینت ہو سکتی ہے اور ان کے ظاہر کرنے سے شریعت نے منع کر دیا۔ چنانچہ امام ابن کثیرؒ نے بھی اس احتمال کو ذکر کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"وهذا يحتمل أن يكون تفسيرا للزينة التي نهين عن إبدائها"[26]

"اور یہ احتمال بھی ہے کہ ابن عباسؓ نے زینت کی تفسیر کی ہو (یعنی زینت کے محل یہی ہیں) جن کے ظاہر کرنے سے شریعت نے منع کیا ہے۔"

اور یہ بھی ممکن ہے کہ ان اقوال کا تعلق "اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا" استثناء سے ہو۔ یعنی ان چیزوں کو ظاہر کیا جاسکتا ہے۔ تو پھر اس قول کا حضرت ابن عباسؓ کے "يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ" کی تفسیر میں چہرے کی پردے کی سخت تاکید والے قول سے تعارض ہو گا۔ چنانچہ ابن جریر طبریؒ نے آیت جلباب کی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ کا درج ذیل قول نقل کیا ہے:

"حدثني علي قال ثنا أبو صالح قال ثني معاوية عن علي عن ابن عباس قوله ﴿يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ۭ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ﴾ أمر الله نساء المؤمنين إذا خرجن من بيوتهن في حاجة أن يغطين وجوههن من فوق رؤوسهن بالجلابيب ويبدين عينا واحدة"[27]

"حضرت ابن عباسؓ آیت کریمہ ﴿يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ۭ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ﴾ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی نے مومنین کی عورتوں کو حکم دیا ہے کہ جب وہ کسی حاجت کی غرض سے گھر سے باہر آئیں تو وہ اپنے سروں کے اوپر سے چہروں کو ڈھانپ لیں صرف ایک آنکھ ظاہر ہو۔"

امام قرطبی نے (م-671ھ) آیت جلباب کی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ کا قول ذکر کیا ہے:

"فقال ابن عباس وعبيدة السلماني ذلك أن تلويه المرأة حتى لايظهر منها إلا عين واحدة تبصر بها"[28]

"حضرت ابن عباسؓ نے (جلباب اوڑھنے کی کیفیت کو بیان کرتے ہوئے) فرمایا عورت جلباب کو اس طرح لپیٹ لے کہ اس کے جسم کا کوئی حصہ بھی ظاہر نہ ہو سوائے ایک آنکھ کے جس سے وہ دیکھ سکے۔"

اگر آیت زینت میں ان کے قول کو چہرے کے استثناء پر محمول کیا جائے اور آیت جلباب میں اس کے بر عکس تو ان کے اقوال میں بڑے شدید قسم کا تعارض ہو گا۔ اور حضرت ابن عباس جیسی عظیم شخصیت سے یہ بات بھی بہت بعید ہے کہ وہ پہلے ایک بات کہیں اور پھر اس کے خلاف دوسرا قول کہیں۔

محتمل کلام کو صریح کلام پر محمول کرنا:

آیت جلباب کی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ کا قول صریح ہے۔ جو کسی دوسرے معنی کا احتمال نہیں رکھتا اور آیت زینت میں ان کا قول دو معنوں کا احتمال رکھتا ہے۔ کہ چہرہ کا استثناء ہے یا نہیں؟ لہذا محتمل المعانی روایت کو صریح روایت پر محمول کر لیا جائے تو ان کے اقوال کے مابین تعارض بھی نہ رہے گا۔

2 - "وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰي جُيُوْبِهِنَّ" [29]

"اور اپنے دوپٹے اپنے سینوں پر ڈالے رکھیں۔"

شیخ قرضاوی نے یہ موقف اختیار کیا ہے قرآن مجید میں جس صراحت کے ساتھ سینے چھپانے کا حکم دیا ہے اتنی صراحت کے ساتھ چہرے چھپانے کا حکم نہیں دیا؟

لیکن شیخ قرضاوی کا یہ استدلال تام نہیں ہے۔

اس لیے کہ آیت جلباب اور آیت حجاب سے چہرے کے حجاب کا ثبوت صراحتاً ثابت ہے۔ لہذا یہ کہنا کہ صراحت کے ساتھ اس کا ذکر نہیں ہے یہ قول محل نظر ہے۔ اور اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ صراحتاً اس کا ذکر نہیں ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن و سنت میں اس قسم کے بہت سارے مسائل مل جائیں گے جن کا حکم صراحتاً نص کے الفاظ سے ثابت نہیں ہو رہا بلکہ دلالت النص سے ہو رہا ہے۔ اور دلالت النص سے ثابت ہونے والا حکم، لزوم عمل میں نص سے ثابت ہونے والے حکم کی طرح ہے۔

شیخ نظام الدین شاشیؒ حنفی لکھتے ہیں:

> "جو چیز دلالت النص سے ثابت ہو وہ مفید یقین ہونے اور حکم کے لحاظ سے نص کے مرتبہ میں ہے۔ حتی کہ دلالت النص سے عقوبت ثابت کرنا صحیح ہے۔ ہمارے علماء نے کہا، جماع کے ذریعے روزہ فاسد کرنے کی صورت میں کفارہ صوم، نص سے ثابت ہے اور کھانے و پینے کے ذریعہ روزہ فاسد کرنے کی صورت میں دلالت النص سے ثابت ہے۔" [30]

اب یہ استدلال کرنا کہ "جماع" کے ذریعے روزہ فاسد کرنے کی صورت میں کفارہ صوم جس طرح صراحت کے ساتھ الفاظ نص سے معلوم ہو رہا ہے۔ اس طرح اگر کھانے و پینے سے بھی روزہ فاسد ہو تا تو ان کا ذکر بھی اسی طرح صراحت کے ساتھ ہو تا ظاہر ہے کہ یہ استدلال محل نظر ہے۔ واضح رہے کہ کفارہ صوم کے وجوب کا سبب "جماع" نہیں ہے بلکہ عمداً روزہ کو فاسد کرنا ہے۔ اس لیے عمداً، کھانے و پینے سے کفارہ صوم کا وجوب دلالت النص سے ہو رہا ہے۔

اس قسم کی ایک اور مثال بھی ہے۔ کہ والدین کو "اف" کہنے کی حرمت تو صراحتاً آیت میں مذکور ہے لیکن، گالی گلوچ، مار پیٹ کا صراحت سے ذکر نہیں، تو یہ استدلال کے "اف" کہنا تو حرام ہے نص کی وجہ سے، مگر گالی گلوچ و مار پیٹ کا چونکہ صراحتاً نص میں ذکر نہیں ہے اس لیے ان کی گنجائش ہے ظاہر ہے کہ یہ استدلال باطل ہے۔ اس لیے کہ بطریق دلالت النص ان کی حرمت کا ثبوت ہو رہا ہے۔

3 - "قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ" [31]

آیت غض بصر سے استدلال کرتے ہوئے شیخ البانی و شیخ قرضاوی نے عدم وجوب نقاب کا قول اختیار کیا ہے کہ اگر عورتوں کے لیے نقاب ضروری ہو تو پھر مردوں کو نگاہیں نیچی رکھنے کے حکم کا کیا مطلب؟ اس سے معلوم ہوا کہ عورتوں کے لیے چہرے کا چھپانا ضروری نہیں۔ لیکن یہ استدلال کمزور ہے۔ جس کی وضاحت درج ذیل نکات میں ذکر کی جاتی ہے۔

۱۔ "غض بصر" کے حکم سے چہرے کے حجاب کی نفی نہیں ہوتی، بلکہ مسلمان مردوں کو معاشرتی زندگی کے آداب اور حفظ عصمت کے طریقے سکھانا مقصود ہے۔ عورتوں کے لیے حجاب کے احکام کے ساتھ مردوں کے لیے نیچی نظریں کرنے کا حکم اس لیے کہ عین ممکن ہے کہ کسی عورت کا حجاب ہوا کی وجہ سے سرک جائے اور اس کا چہرہ عیاں ہو جائے تو شریعت نے حفظ ماتقدم کے طور پر نظروں کی حفاظت کا حکم دیا۔

۲۔ معاشرے میں غیر مسلم خواتین کے لیے تو احکام حجاب نہیں ہیں۔ اگر وہ عورتیں بغیر حجاب کے ہوں تو کیا ان کو دیکھنا جائز ہو گا۔؟

۳۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ (م 1176ھ) لکھتے ہیں:

"واذامر الشارع احد بشئی اقتضی ذلك ان یؤمر الاخر ان یفعل معه حسب ذالك، فلما امرت النساء بالتستر وجب ان یرغب الرجال فی غض البصر، وأیضا فتهذیب نفوس الرجال لا یتحقق الا بغض الابصار ومواخذة انفسهم". [32]

"اور جب شارع کسی کو کسی بات کا حکم دیتا ہے تو وہ حکم تقاضا کرتا ہے کہ دوسرے کو بھی حکم دیا جائے کہ وہ اس کے ساتھ اس حکم کے موافق معاملہ کرے پس جب عورتوں کو پردہ کرنے کا حکم دیا گیا تو ضروری ہوا کہ مردوں کو ترغیب دی جائے نظریں نیچی رکھنے کی اور نیز مردوں کے نفوس کا سنورنا متحقق نہیں ہوتا مگر نظریں جھکانے سے اور اپنے نفوس کو پکڑنے سے اس چیز کے ساتھ۔"

شاہ صاحبؒ نے شریعت اسلامیہ کا ایک بہت اہم اصول بیان کیا ہے۔ جب کسی معاملہ کا تعلق دو افراد سے ہو تو شریعت اسلامیہ جب ایک شخص کو کسی بات کا حکم دیتی ہے تو اس حکم کا مقتضی یہ ہوتا ہے کہ دوسرے فرد کو بھی حکم دیا جائے تاکہ وہ پہلے فرد کو دیے گئے حکم کے موافق عمل کرے۔ جب عورتوں کو حکم دیا گیا کہ وہ مردوں سے پردہ کریں تو ساتھ ہی مردوں کو حکم دیا گیا کہ وہ بھی اپنی نظریں نیچی رکھیں۔

4 - "لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَاۗءُ مِنْۢ بَعْدُ وَلَآ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ" [33]

"آپ کے لئے (اے پیغمبر!) اس کے بعد اور عورتیں حلال نہیں اور نہ ہی یہ بات (جائز ہے) کہ آپ ان کی جگہ اور بیویاں لے آئیں اگرچہ آپ کو پسند ہو ان کا حسن۔"

شیخ قرضاوی کا اس آیت سے چہرے کے عدم حجاب پر استدلال تام نہیں ہے۔ دعوی ہے کہ چہرے کا حجاب ضروری نہیں اور جو دلیل پیش کی ہے اس میں چہرے کا ذکر نہیں ہے۔ محض ﴿وَّلَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ﴾ کے جملہ سے چہرے کے عدم حجاب کا قول نہیں کیا جاسکتا۔ اس میں تو یہ ذکر ہے کہ اگر آپ کو ان عورتوں کا حسن بھی پسند ہو تو آپ اور نکاح نہیں کر سکتے۔ تو اس جملہ سے چہرے کے حجاب کی نفی کس طرح ہو رہی ہے۔؟

ضروری نہیں ہے کہ عورت کا حسن اس کے چہرے سے ہی معلوم ہو بسا اوقات، نقاب والی عورت کی قد و قامت و لباس اور چال

ڈھال سے اس کا حسن معلوم ہو جاتا ہے۔

نیز اگر یہ تسلیم بھی کرلیا جائے کہ چہرہ ہی مراد ہے تو پھر بھی مدعا ثابت نہیں ہوتا، اس لیے کہ اس میں تو آپ ﷺ کو خطاب ہو رہا ہے اور اہل علم کے درمیان با قاعدہ اس مسئلے میں بحث ہوئی ہے کہ عام عورتوں کا حضور اکرم ﷺ سے حجاب ضروری تھا یا نہیں ؟ تو اس بارے میں حافظ ابن حجر عسقلانیؒ اور شیخ حلبیؒ کے اقوال پیچھے گزر چکے ہیں۔ کہ انہوں نے احکام حجاب کا نبی کریم ﷺ سے استثناء کیا ہے اور آپ ﷺ کی خصوصیت قرار دیا ہے۔ تاہم دیگر اہل علم کی رائے اس کے برعکس ہے جس کا پیچھے ذکر ہو چکا ہے۔ اور فقہ حنفی میں فتنہ کے خوف کی وجہ سے عورت کے لیے چہرے کا حجاب ضروری قرار دیا گیا ہے۔[34] چونکہ نبی کریم ﷺ کی ذات مبارکہ فتنہ سے مامون تھی۔ اس لیے ہو سکتا ہے کہ آپ ﷺ کے لیے اس کی گنجائش ہو۔ دلیل تو تب بنتی جب اس میں عمومیت پائی جاتی اور عام افراد مراد ہوتے۔ رہی حدیث عائشہؓ جس میں حضرت اسماءؓ کے باریک کپڑے پہن کر آنے کا ذکر ہے۔

یہ حدیث چہرے کے عدم وجوب حجاب پر نہایت صراحت سے دلالت کر رہی ہے اور ﴿ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا ﴾ سے جن لوگوں نے چہرے اور ہتھیلیوں کا استثناء کیا ہے ان کی طرف بھی یہی دلیل منسوب کی جاتی ہے۔

مگر چند وجوہات کی وجہ سے یہ حدیث قابل استدلال نہیں ہے۔

1- اس حدیث پر امام ابو داؤد نے اعتراض کیا ہے کہ یہ مرسل روایت ہے۔ اس میں ایک راوی خالد بن دریک ہے جس کی حضرت عائشہؓ سے ملاقات ثابت نہیں ہے۔[35]

2- اس حدیث کی سند میں ایک راوی سعید بن بشیر ہے جس پر ضعف کا قول کیا گیا ہے۔ عبد اللہ بن نمیر نے اس کو منکر الحدیث کہا ہے اور امام نسائی نے بھی اس کی تضعیف کی ہے۔ یحیٰ بن معینؒ اور امام احمد بن حنبلؒ نے بھی اس کو ضعیف قرار دیا ہے ابن حبان نے ان کو فحش غلطیاں کرنے والا کہا ہے۔[36] اور امام بخاریؒ کہتے ہیں کہ محدثین نے اس کے حفظ میں کلام کیا ہے اور وہ محتمل ہے۔[37] ان جبال علم کی تضعیف کے بعد اگر کسی محدث کا قول سعید بن بشیر کی توثیق میں مل بھی جاتا ہے تو وہ مرجوح ہے۔

3- اس حدیث کو سنن اربعہ میں سوائے امام ابو داؤدؒ کے اور کسی امام نے ذکر نہیں کیا، اور انہوں نے بھی اس پر کلام کیا ہے۔ اور اس کے معنی میں نکارت پائی جاتی ہے۔ حضرت اسماءؓ، حضرت زبیر بن عوامؓ کی زوجہ ہیں اور حضرت عائشہ صدیقہؓ کی بہن ہیں۔ اور نہایت صالح، دیندار خواتین میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ ان کی شان سے یہ بہت بعید ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس اس قدر باریک لباس پہن کر حاضر ہوں کہ جس کے نیچے سے جسم ظاہر ہو رہا ہو اور اس پر آپ ﷺ نے ان کو چہرہ اور ہاتھوں کا استثناء کر کے باقی جسم چھپانے کا حکم دیا ہو۔

4- اگر ان تمام باتوں سے قطع نظر کرلی جائے پھر بھی یہ حدیث دلیل نہیں بن سکتی، اس حدیث میں اس بات کی تو صراحت ہی نہیں ہے کہ یہ احکام حجاب کے نزول سے پہلے کا واقعہ ہے یا بعد کا۔ قوی احتمال ہے کہ یہ پہلے کا واقعہ ہو۔ اور اس کی تائید حدیث کے الفاظ سے ہو رہی ہے کہ اگر احکام حجاب کے بعد کا واقعہ ہوتا تو اس حدیث میں ان کا حضور اکرم ﷺ کے پاس گھر میں آنے سے پہلے استیذان کا ذکر ہوتا، اور باریک لباس کے پہننے سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ احکام حجاب کے نزول سے پہلے کا ہے۔ کیونکہ اگر بعد

کا ہوتا تو پھر اس قسم کے کپڑے پہننے کا سوال ہی نہیں ہوتا۔ چونکہ اس حدیث کا مضمون دیگر آیات قرآنیہ واحادیث مبارکہ کے موافق نہیں ہے۔

اسی لیے ملا علی قاری لکھتے ہیں:

ولعل هذا كان قبل الحجاب[38]

"ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ نزول حجاب سے قبل کا واقعہ ہے۔"

5۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ چہرہ اور ہاتھ کا کھولنا ضرورت وحاجت کے ساتھ مقید ہو۔ چنانچہ امام بیہقیؒ نے جب اس حدیث کا باب قائم کیا تو یہ عنوان رکھا:

باب تخصيص الوجه والكفين بجواز النظر إليها عندالحاجة[39]

"یہ باب اس بارے میں مخصوص ہے کہ چہرہ اور ہتھیلیوں کو ضرورت کے وقت دیکھنا جائز ہے۔"

عند الحاجۃ کے الفاظ نہایت وضاحت کے ساتھ اس امر کی طرف اشارہ کررہے ہیں کہ ان کے نزدیک بھی چہرہ اور ہتھیلیوں کا کھولنا ضرورت کی وجہ سے جائز ہے۔ ہوسکتا ہے کہ اس حدیث میں ستر کا بیان ہو، حجاب کا بیان ہی نہ ہو اور دلیل وہ خود پردہ کرتی تھیں۔

5 - حضرت جابر بن عبد اللہ الانصاریؓ کی روایت کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

"جب تم میں سے کوئی کسی عورت کو دیکھے اور وہ اسے اچھی لگے پس چاہیے کہ وہ اپنی بیوی کے پاس آئے اس سے جو خیال دل میں آیا تھا وہ لوٹ جائے گا۔"[40]

۱۔ حضور اکرم ﷺ نے جس عورت کو دیکھا اور وہ آپ ﷺ کو اچھی لگی، حدیث میں اتنا ہی ذکر ہے مگر وہ اچھی کیسے لگی؟ اس کے ذکر سے حدیث خالی ہے لہذا یہ کہنا کہ وہ چہرہ کھلا ہونے کی وجہ سے اچھی لگی اس پر دلالت کرنے والا حدیث میں کوئی لفظ مذکور نہیں ہے۔

۲۔ اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ جو عورت آپ ﷺ کو دیکھنے میں اچھی لگی اس کا چہرہ کھلا ہوا تھا تب بھی اس سے عام عورتوں کے لیے چہرے کے کھولنے پر استدلال نہیں کیا جاسکتا۔ اس لیے کہ جس عورت کو آپ نے دیکھا تھا وہ آزاد یا لونڈی تھی اس کا بھی حدیث میں ذکر نہیں ہے۔

۳۔ وہ عورت مسلمان تھی یا کافر اس کا بھی حدیث میں ذکر نہیں ہے۔ حالانکہ مدینہ میں غیر مسلم لوگ بھی تھے۔

۴۔ اور آپ ﷺ کا یہ فرمانا "جو بھی شخص کسی عورت کو دیکھے جو اسے اچھی لگے تو وہ اپنی بیوی کے پاس آئے کیونکہ اس کی بیوی کے پاس بھی وہ وہی ہے جو اس عورت کے پاس ہے۔" اس جملہ میں بھی کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جو اس بات پر دلالت کرتا ہو کہ عورت کا اچھا لگنا چہرے کے کھلے ہونے سے ہوتا ہے۔ بعض دفعہ عورت کی خوبصورتی کا اندازہ اس کے لباس، قدو قامت اور جسامت اور انداز گفتگو سے ہو جاتا ہے۔ لہذا یہ روایت عورت کے لیے چہرہ کے کھولنے کے جواز پر صریح نہیں ہے۔

لہذا جب تک ان امور کی تنقیح نہیں ہو جاتی اور یہ احتمالات موجود ہیں۔ تب تک اس حدیث سے استدلال نہیں کیا جاسکتا۔

اس حدیث میں اس بات کی صراحت نہیں ہے کہ جس عورت کو آپ ﷺ نے دیکھا تھا وہ مسلمان تھی یا کافر، آزاد تھی یا لونڈی جب تک ان امور کی تنقیح نہیں ہو جاتی تب تک یہ نہیں کہا جاسکتا کہ عورت کے لیے چہرہ کھولنا جائز ہے۔ مدینہ منورہ میں یہود بھی آباد تھے۔ ان کی عورتیں بھی بازاروں میں آتی جاتی تھیں۔ اور لونڈیاں بھی کھلے چہرے کے ساتھ اپنے کام کاج میں مصروف رہتی

تھیں۔ نیز یہ بھی ضروری نہیں کہ کسی عورت کا حسن اس کے چہرہ سے ہی معلوم ہو، بسا اوقات عورت کی قدو قامت، جسامت، چال ڈھال، رکھ رکھاؤ سے بھی وہ ناظرین اور سامعین کو اچھی لگ سکتی ہے۔ اس لیے اس حدیث سے استدلال تام نہیں ہے۔

6 - حدیث سہل بن الساعدیؓ جس میں ایک عورت کا آپ ﷺ کو اپنا نفس ہبہ کرنے کا واقعہ ہے۔

درج ذیل وجوہات کی وجہ سے اس حدیث سے بھی چہرے کے عدم حجاب پر استدلال نہیں کیا جاسکتا ہے۔

1- اس روایت میں کہیں اس کے چہرہ کے کھلا ہونے کا ذکر نہیں ہے۔

2- نزول حجاب سے قبل کا واقعہ ہو۔

3- اور اگر چہرے کا کھلا ہونا تسلیم بھی کر لیا جائے تو یہ ایک استثنائی صورت ہے جس کا شریعت میں جواز ہے۔ مخطوبہ عورت کو ایک نظر دیکھنا جائز ہے۔ جیسا کہ پیچھے روایات گزر گئیں ہیں۔[41]

4- اس حدیث میں دونوں باتوں کا احتمال ہے کہ اس کا چہرہ کھلا ہوا تھا یا نہیں؟ تو آیت جلباب وحجاب پر دلالت کرنے والی احادیث صحیحہ وصریحہ کی روشنی میں چہرہ کے کھلا نہ ہونے والے احتمال کو ترجیح دے کر کہا جاسکتا ہے کہ اس کا چہرہ چھپا ہوا تھا۔

اشکال:

رہا یہ اشکال کہ حاضرین مجلس میں سے ایک شخص نے عرض کیا کہ اگر آپ کو حاجت نہیں ہے تو پھر میری شادی کرادیں تو چہرہ کھلا ہونے کی وجہ سے اسے وہ عورت پسند آگئی تھی۔

جواب:

عین ممکن ہے کہ نزول حجاب سے قبل کا واقعہ ہو اور اگر بعد کا بھی ہو تو اس حدیث میں چہرہ کے کھلا ہونے کا ذکر نہیں ہے۔ اور کئی دفعہ عورت کا چہرہ دیکھے بغیر بھی اس کی قدو قامت وجسامت اور لباس وغیرہ، رکھ رکھاؤ سے بھی اسے نکاح کے لیے پسند کر لیا جاتا ہے۔

7 - حدیث عبد اللہ بن عباسؓ جس میں حضرت فضل بن عباسؓ کا خثعمیہ کو دیکھنے کا واقعہ ہے۔ اس حدیث سے عدم حجاب کا قول کرنا محل نظر ہے۔ اس لیے کہ روایت تو صحیح ہے مگر مفہوم میں صریح نہیں ہے۔ جس کی وجوہ درج ذیل ہیں۔

1۔ صحیح بخاری میں یہ روایت امام بخاریؒ نے چار مقامات پر ذکر کی ہے مگر تین مقامات پر اس عورت کی خوبصورتی کے حوالے سے کوئی تذکرہ نہیں ہے۔[42] صرف ایک جگہ پر اس کی خوبصورتی کے حوالے سے "وضیئة" کا لفظ مذکور ہے۔[43] جس سے قائلین عدم وجوب نقاب نے استدلال کرتے ہوئے چہرے کے حجاب کی نفی کی ہے۔ صحیح مسلم میں یہ روایت دو جگہ مذکور ہے مگر اس عورت کی خوبصورتی کے حوالے سے یا اس کے چہرہ کھلا ہونے پر دلالت کرنے والا کوئی لفظ مذکور نہیں ہے۔[44] اسی طرح سنن النسائی میں یہ روایت چھ مقامات پر آئی ہے۔[45] اور صرف ایک مقام پر "حسناء" کے الفاظ ہیں۔[46] امام ترمذیؒ نے دو مقامات پر یہ روایت نقل کی ہے ان میں ایک جگہ تو ((جارية شابة)) کے لفظ آرہے ہیں اور دوسری جگہ اس عورت کی خوبصورتی کے حوالہ سے کوئی تذکرہ نہیں ہے۔[47] سنن ابو داؤد میں بھی اس عورت کی خوبصورتی کے بارے میں کوئی ذکر نہیں ہے[48] اور اسی طرح نہ سنن ابن ماجہ میں کوئی ذکر ہے۔[49] موطا امام مالکؒ میں بھی یہ روایت مذکور ہے مگر اس عورت کی خوبصورتی یا اس کا چہرہ کھلا ہونے کے ذکر سے خالی

ہے۔[50] مذکورہ بالا حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ اس عورت کا چہرہ کھلا ہوا نہیں تھا وگرنہ واضح اس کا تذکرہ بھی ہوتا، حالانکہ روایات میں اس کا چہرہ کھلا ہونے کی صراحت نہیں ہے۔ اور رہا "وضیۃ" کے لفظ سے چہرے کے کھلا ہونے پر استدلال تو یہ بھی تام نہیں ہے۔ اس لیے کہ ضروری نہیں عورت کا حسن اس کا چہرہ دیکھ کر ہی معلوم ہو کئی دفعہ عورت کی قد و قامت، جسامت، اور رکھ رکھاؤ سے بھی اس کی خوبصورت کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ اور اس احتمال کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ سنن نسائی کی اور مسند ابو یعلیٰ کی روایت میں "حسناء "کا لفظ آرہا ہے۔.[51]

۲۔ اس عورت نے تمام افعال حج میں چہرہ کھولا ہوا تھا یا صرف اس وقت جب آپ ﷺ سے مسئلہ دریافت کرنے کے لیے اس نے سوال کیا۔؟ اس کی تفصیل معلوم نہیں ہے۔

۳۔ وہ عورت حالت احرام میں تھی اور ایسی حالت میں عورت کے لیے چہرہ کھلا رکھنے کا جواز ہے۔ لیکن جب مردوں کے ساتھ سامنا ہو تو پھر چہرے کو چھپایا جائے گا جیسا کہ حضرت عائشہؓ کی حالت احرام میں قافلوں کی آمد پر چہرہ چھپانے کی روایت گزر گئی ہے۔

امام ابن بطالؒ (م 449ھ) نے اس حدیث کی تشریح میں لکھا ہے کہ مسلمان عورتوں کے لیے چہرے کا پردہ ضروری نہیں ہے اگر ضروری ہوتا تو نبی کریم ﷺ اس عورت کو چہرہ چھپانے کا حکم دیتے، فضل بن عباسؓ کا چہرہ دوسری نہ طرف پھیرتے۔[52]

لیکن حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے اس کا جواب دیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"قلت وفي استدلاله بقصة الخثعمية لما ادعاه نظر لأنها كانت محرمة" [53]

"میں کہتا ہوں کہ (ابن بطال) کا امراۃ خثعمیہ کے قصے سے (عام عورتوں کے لیے عدم نقاب پر) استدلال کرنا محل نظر ہے اس لیے کہ وہ عورت محرمہ تھی۔"

۴۔ یہ حدیث محتمل ہے۔ جس میں یہ احتمال موجود ہے کہ عورت کے لیے چہرہ کا کھولنا جائز ہے جیسا کہ اس حدیث سے سمجھا جارہا ہے اور یہ احتمال بھی بہر حال موجود ہے کہ جائز نہیں ہے۔ اور یہ عورت حالت احرام میں تھی اس لیے اس کا چہرہ کھلا ہوا تھا، سوائے فضل بن عباسؓ کے اور لوگ متوجہ نہیں تھے اس لیے ان کے چہرہ پھیرنے کا ذکر تو روایات میں ملتا ہے باقی لوگوں کے لیے کوئی حکم مذکور نہیں ہے۔ اور حضور اکرم ﷺ سے عورتوں کے لیے حجاب کے احکامات کی پاسداری ضروری تھی یا نہیں؟ اس میں باقاعدہ اہل علم کی بحث ہے جس کا پیچھے ذکر چکا ہے۔ حافظ ابن حجرؒ کا رجحان اسی طرف ہے کہ آنحضور ﷺ کے لیے احکامات حجاب نہیں ہیں۔ لہذا یہ روایت محتمل ہوئی۔ اور محتمل روایت پر استدلال کی بنیاد نہیں رکھی جاسکتی۔ مشہور اصول ہے:

"وإذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال" [54]

"اور جب احتمال آجائے تو استدلال باطل ہو جاتا ہے۔"

اور جب یہ روایت محتمل ہوئی تو ایسی صورت حال میں نصوص محکمہ واضحہ کی طرف رجوع کیا جائے گا۔ اور ان سے معلوم ہوتا ہے کہ نوجوان عورت کے لیے چہرہ کھولنا جائز نہیں ہے۔ لہذا اس روایت سے استدلال کرتے ہوئے "کشف وجہ" کا قول ان نصوص محکمہ کے منافی ہے۔ اس لیے عورت کے لیے چہرہ کھولنے کے عدم جواز والے احتمال کو اختیار کیا جائے گا۔

۵۔ مسند ابو یعلیٰ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس عورت کو اس کے باپ نے حضور اکرم ﷺ کے سامنے نکاح کے لیے پیش کیا تھا۔

"حضرت فضل بن عباسؓ سے روایت ہے کہ میں حضور اکرم ﷺ کے پیچھے سواری پر بیٹھا ہوا تھا ایک اعرابی آپ ﷺ کے پاس آیا اور اس کے ساتھ اس کی خوبصورت بیٹی تھی اور اس نے اسے رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا اس امید پر کہ آپ ﷺ اس سے نکاح فرمالیں، فضل بن عباسؓ کہتے کہ میں اس کی طرف متوجہ تھا اس پر نبی کریم ﷺ نے میرے سر کو پکڑ کر دوسری طرف پھیر دیا اور اس وقت نبی کریم ﷺ جمرہ عقبہ کی رمی کے لیے تلبیہ پڑھ رہے تھے۔" [55]

شیخ ھیثمیؒ (م 807ھ) لکھتے ہیں:

ورجاله رجال الصحيح [56]

"اس حدیث کے تمام راوی صحیح بخاری کے ہیں۔"

اور یہ بات پیچھے گزر گئی ہے کہ مخطوبہ عورت کے چہرے کو دیکھنا جائز ہے۔اس لیے نبی کریم ﷺ نے اس کو چہرہ چھپانے کا حکم نہیں دیا، اور حضرت فضل بن عباسؓ کا چونکہ اس معاملہ سے کوئی تعلق نہیں تھا اس لیے آپ ﷺ نے ان کے چہرہ رخ پھیر دیا -

8 - حدیث جابرؓ جس میں حضور ﷺ کا نماز عید کے بعد عورتوں کا خطاب کرنے کا ذکر ہے۔

اس حدیث میں "سفعاء الخدین" (سرخ مائل سیاہ رخساروں والی) کے لفظ بڑی صراحت سے اس بات پر دلالت کر رہے ہیں کہ اس سوال کرنے والی عورت کے گالوں کی کیفیت یہ تھی۔ جس سے یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ اس کا چہرہ کھلا ہوا تھا۔

مگر اس حدیث سے عدم حجاب کا قول نہیں کیا جاسکتا۔ جس کی وجوہات درج ذیل ہیں۔

1۔ نزول حجاب سے پہلے کا واقعہ ہو۔اس لیے کہ نماز عید ۲ ہجری میں مشروع ہوئی اور احکام حجاب پانچ ہجری میں نازل ہوئے۔

2۔ اس عورت کے چہرہ سے کپڑا کسی عارض کی وجہ سے بغیر کسی ارادے کے سرک گیا ہو۔اور حضرت جابرؓ نے اس کے چہرے کو دیکھ کر اس کی کیفیت ذکر کر دی۔کیونکہ حضرت ابن عباسؓ حضرت ابو سعید خدریؓ کی اسی واقعہ سے متعلق روایات جن کو امام مسلمؒ نے ذکر کیا ہے اور ان میں اس عورت کا چہرہ کھلا ہونے کا ذکر نہیں ہے۔ [57]

3۔ غربت کا دور تھا کپڑوں کی کمی تھی جیسا کہ حدیث ام عطیہؓ اس پر دال ہے کہ عید میں شرکت کرنے والی خواتین کے پاس چادر نہ ہونے کی صورت میں کسی دوسری عورت کی چادر میں شرکت کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔[58] اس لیے ممکن ہے کہ کسی دوسری عورت کی چادر میں شراکت کی وجہ سے سوال کرتے وقت چہرہ کھل گیا ہو۔

4۔ لغت عرب میں "سفعاء الخدین" کا لفظ اس کے لیے استعمال ہوتا ہے جس کا چہرہ مصائب، بیماری، کی وجہ سے متغیر ہوگیا ہو چنانچہ حضرت جابرؓ کا مقصود "سفعاء الخدین" سے یہ ہو کہ اس کا چہرہ بدصورت تھا، وہ جوان عورتوں کی طرح پر کشش نہیں تھی اور بعض اہل علم کی رائے یہ ہے کہ بدصورت عورت جس میں دوسروں کے لیے رغبت اور کشش نہ ہو وہ قواعد (بوڑھی) عورتوں کی طرح ہے جن کو نکاح کی امید نہیں ہے۔لہٰذا اس کے اوپر بھی قواعد والے احکام جاری ہونگے۔ [59]

5۔ اس عورت کے بارے میں علم نہیں کہ وہ آزاد تھی یا لونڈی؟

بلکہ نسائی شریف کی روایت سے بظاہر اس کا لونڈی ہونا معلوم ہوتا ہے۔

"فَقَالَتْ امْرَأَةٌ مِنْ سَفِلَةِ النِّسَاءِ سَفْعَاءُ الْخَدَّيْنِ" [60]

"اس پر ایک ادنی درجہ کی کالے گالوں والی خاتون بول اٹھی۔"

6۔ سوال کرنے والی عورت، جوان تھی یا بوڑھی؟ اس کا بھی روایت میں ذکر نہیں ہے، بوڑھی عورت کے لیے تو چہرہ کھولنے کی گنجائش ہے جس کا پیچھے ذکر ہو چکا ہے۔

جب تک ان تمام امور کی تنقیح نہیں ہو جاتی تب تک عدم حجاب کا قول نہیں کیا جاسکتا۔

9 - صحابہ کرامؓ چہرے پر نقاب لگانے والی عورتوں کو حیرت سے دیکھتے تھے اور ان سے سوال کرتے تھے۔

یہ روایت چہرے کے حجاب پر نہایت وضاحت کے ساتھ دلالت کر رہی ہے کہ ام خلادؓ نے بیٹے کی شہادت کی خبر سن کر بھی حجاب کو برقرار رکھا۔ عام طور پر جب کوئی غم ناک واقعہ پیش آجائے تو انسان بدحواسی میں غیر شرعی کام کر بیٹھتا ہے لیکن ان کی شریعت پر استقامت دیکھئے کہ ایسے نازک وقت میں بھی انہوں شرعی حکم کی مخالفت نہیں کی، معلوم ہوا تمام مسلمان عورتوں کے لیے چہرے کا حجاب ضروری ہے جبھی تو انہوں نے اس دوران بھی حجاب کو برقرار رکھا۔ اس سے استدلال عدم نقاب پر کیسے کیا جاسکتا ہے۔؟

خلاصہ بحث:

اسلام کے جملہ احکام حکمت و مصلحت سے پُر ہیں۔ کچھ مصالح ایسی ہیں جو انسان کے لیے فائدہ مند ہیں اور کچھ انسان کو نقصان سے بچاتی ہیں در حقیقت وہ بھی فائدہ کی ہی ایک دوسری صورت ہے۔ بہت سے ایسے احکام شریعت اسلامیہ میں موجود ہیں بظاہر ان میں کوئی خرابی نظر نہیں آتی مگر وہ کسی دوسری خرابی اور معصیت کو دعوت دے رہے ہوتے ہیں اس لیے ان پر شرعا پابندی لگ جاتی ہے۔ نوجوان خواتین کا اپنے چہرے کھول کر سر عام گھومنا اس میں بظاہر کوئی فساد نظر نہیں آتا مگر بسا اوقات خوبرو چہرے پر.بری نگاہ سنگین حالات سے دوچار کر سکتی ہے۔ جس کا انکار ایک بدیہی اور واضح حقیقت کا انکار ہوگا۔ اس لیے شریعت مطہرہ نے عورتوں کو حجاب و نقاب کا حکم دیا ہے۔

اگر علی الاطلاق یہ کہا جائے کہ چہرے کا نقاب واجب ہے تو یہ بھی محل نظر ہے اس لیے کہ مجبوری کی حالت اور ایسے مقامات جہاں فتنہ کا اندیشہ نہ ہو تو وہاں اس کی پابندی نہیں ہوگی جیسا کہ فقہاء احناف متقدمین کی رائے گزر گئی ہے۔ اور یہ کہا جائے کہ نقاب صرف مستحب ہے تو یہ ان نصوص کے خلاف ہوگا جو چہرے کے پردہ پر بڑی اہمیت اور تاکید سے دلالت کر رہی ہیں۔ اس لیے یہ قول اختیار کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ عمومی حالات میں جہاں کوئی مجبوری نہ ہو تو وہاں نقاب کے التزام کو پیش نظر رکھا جائے اور جہاں خصوصی حالات ہوں مثلاً سیلاب، زلزلہ، غرقابی، آگ، چوری ڈکیتی افراتفری، اور ایسے حالات جس میں فتنہ کا اندیشہ نہ ہو تو وہاں حجاب کی پابندی مستحب ہوگی۔

حواشی وحوالہ جات:

[1] مظہر الحق خان، پردہ اور تعدد ازواج، صفحہ ٦، سن اشاعت دسمبر 1975ء علم وترقیت کل روڈ گوجرانوالہ

[2] جس کی تفصیل سید مودودیؒ کی کتاب "پردہ" میں دیکھی جاسکتی ہے۔

[3] http://www.qaradawi.net/site/topics/article.asp?cu_no=2&item_no=7291&version=1&template_id=130&parent_id=17

[4] النقاب لیس فرضا ولیس بدعۃ

[5] القرآن، النور: 31

[6] ابو داؤد، سلیمان بن اشعث، السجستانی، السنن، بیروت، المکتبۃ العصریہ صیدا، س ن، جلد 4، صفحہ 62

[7] القرآن، النور: 31

[8] القرآن، النور: 30

[9] ابو داؤد، جلد 2، صفحہ 246

ابن ابی شیبہ، عبداللہ بن محمد، ابو بکر، الکتاب المصنف فی الاحادیث والآثار، ریاض، مکتبۃ الرشید، 1409ھ، جلد 6، صفحہ 367

[10] القرآن، الاحزاب: 52

[11] احمد بن حنبل، امام، مسند، موسسۃ الرسالۃ، 1421ھ، جلد 22، صفحہ 407

[12] البخاری، محمد بن اسماعیل، ابو عبداللہ، الجامع الصحیح، دار طوق النجاۃ، 1422ھ، جلد 6، صفحہ 192

[13] البخاری، جلد 8، صفحہ 51

[14] الترمذی، ابو عیسی محمد بن عیسی، السنن، مصر، مکتبۃ مصطفیٰ البابی الحلبی، 1395ھ، جلد 3، صفحہ 223

[15] المظہری، ثناء اللہ، التفسیر المظہری، پاکستان، المکتبۃ الرشدیہ، 1412ھ، جلد 6، صفحہ 493

[16] مسلم بن حجاج، الامام، الصحیح، بیروت، دار احیاء التراث العربی، س ن، جلد 2، صفحہ 603

[17] ابو داؤد، جلد 3، صفحہ 5

[18] النقاب لیس فرضا ولیس بدعۃ

[19] القرآن، النور: 31

[20] الطبری، ابن جریر، ابو جعفر، جامع البیان فی تاویل القرآن، موسسۃ الرسالۃ، 1420ھ، جلد 19، صفحہ 156

[21] ایضا، جلد 19، صفحہ 156

[22] ابن کثیر، اسماعیل بن عمر، ابوالفداء، تفسیر القرآن العظیم، بیروت، دار الکتب العلمیہ، 1419ھ، جلد، 6، صفحہ 41

[23] ابن حجر، احمد بن علی، الدرایہ فی تخریج احادیث الہدایہ، بیروت، دار المعرفت، س ن، جلد 2، صفحہ 225

[24] سیوطی، جلال الدین، الدر المنثور فی التفسیر بالماثور، بیروت، دار الفکر، 1992، جلد 6، صفحہ 179،180

[25] شنقیطی، محمد امین بن محمد، اضواء البیان فی ایضاح القرآن بالقرآن، بیروت، دار الفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع، 1995ء، جلد 5، صفحہ 287

[26] ابن کثیر، 1419ھ، جلد 6، صفحہ 42

[27] جامع البیان، جلد 20، صفحہ 324

[28] القرطبیؒ، محمد بن احمد بن ابو بکر، الجامع لاحکام القرآن، قاہرہ، دار الشعب 1372ھ، جلد 14، صفحہ 243

[29] القرآن، النور: 31

[30] نظام الدین شاشی، شیخ، اصول الشاشی، ملتان، مکتبہ حقانیہ، س ن، صفحہ 30

[31] القرآن، النور: 30

[32] الدھلوی، شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغہ، کراچی، نور محمد کتب خانہ، جلد 2، صفحہ 126

[33] القرآن، الاحزاب: 52

[34] ابن نجیم، ابن ابراہیم بن محمد البحر الرائق، بیروت، دار المعرفت، جلد 1، صفحہ 284

[35] ابو داؤد، جلد 4، صفحہ 62

[36] ابن جوزی، عبد الرحمٰن، بن علی، ابو الفرج، الضعفاء والمتروکین، بیروت، دار لکتب العلمیہ، 1406ھ، جلد 1، صفحہ 314

[37] ابن قیم، محمد بن ابی بکر، حاشیہ ابن القیم علی سنن ابی داؤد، بیروت، دار الکتب العلمیہ، 1415ھ، جلد 7، صفحہ 107

[38] ملا علی قاری، علی بن سلطان محمد، مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح، ملتان، مکتبہ امدادیہ، جلد 8، صفحہ 265

[39] البیھقی، احمد بن حسین، ابو بکر، السنن الکبری، حیدرآباد، مجلس دائرہ المعارف النظامیہ، 1344ھ، جلد 7، صفحہ 85

[40] احمد بن حنبل، امام، مسند، موسسۃ الرسالۃ، 1421ھ، جلد 22، صفحہ 407

[41] ابن ماجہ، محمد بن یزید، ابو عبداللہ، السنن، دار احیاء الکتب العربیہ، س ن، جلد 1، صفحہ 599

[42] البخاری، جلد 2، صفحہ 132، جلد 3، صفحہ 18، جلد 5، صفحہ 176

[43] البخاری، جلد 8، صفحہ 51

[44] مسلم، جلد 2، صفحہ 973,974

[45] النسائی، احمد بن شعیب، ابو عبدالرحمٰن، سنن النسائی، حلب، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، 1986ء، جلد 5، صفحہ، 117، جلد 5، صفحہ 118، جلد 5، صفحہ، 119، جلد 8، صفحہ، 227، جلد 8، صفحہ، 228

[46] النسائی، جلد 8، صفحہ، 228

[47] الترمذی، جلد 3، صفحہ جلد 5، صفحہ 176

[48] ابو داؤد، جلد 2، 223 صفحہ 161

[49] ابن ماجہ، جلد 2، صفحہ 970،971

[50] موطا امام مالک، جلد 1، صفحہ 359

[51] ابو یعلی، احمد بن علی بن المثنی التیمی، مسند ابی یعلی، دمشق، دار لمامون للتراث، 1404ھ، جلد 12، صفحہ 96

[52] عسقلانی، ابن حجر، احمد بن علی، فتح الباری شرح صحیح البخاری، بیروت، دار المعرفت، 1379ھ، جلد 11، صفحہ 10

[53] ایضا، جلد 11، صفحہ 10

[54] المبارکفوری، عبدالرحمٰن بن عبدالرحیم، ابو العلا، تحفۃ الاحوذی بشرح جامع ترمذی، بیروت، دار الکتب العلمیہ، جلد 1، صفحہ 49
عظیم آبادی، شمس الحق، ابو الطیب، عون المعبود، بیروت، دار الکتب العلمیہ، 1415ھ، جلد 2، صفحہ 309

[55] مسند ابی یعلی، جلد 12، صفحہ 96

[56] الھیثمی، نور الدین، علی بن ابی بکر، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، بیروت، دار الفکر، 1412ھ، جلد 4، صفحہ 509

[57] مسلم، جلد 2، صفحہ 602,605

[58] مسلم، جلد 2، صفحہ 606

[59] شنقیطی، اضواء البیان، جلد 7، صفحہ 131

[60] النسائی، صفحہ 186